ملا معاویہ حنفی

خال المسلمین کاتب وحی سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

جلیل القدر صحابی رسول، عظیم مدبر و سیاستدان اور تاریخ کے مظلوم انسان کا تذکرہ

کاتب وحی سیدنا معاویہ حلیم وجواد رضی اللہ عنہ طبقۂ صحابہ میں جلیل القدر صحابی، عظیم المرتبت خلیفہ اور خاندان بنوامیہ کے ہونہار چشم و چراغ تھے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے۔ والد محترم حضرت ابوسفیان اور والدہ حضرت ہند تھیں۔ یہ دونوں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ اور آپ کی ہمشیرہ تھیں۔ خاندان بنوامیہ زمانہ جاہلیت سے ہی قریش میں معزز و محترم تھا، تدبیر و سیاست اور معاملہ فہمی میں امتیاز حاصل تھا۔ والد حضرت ابوسفیان قریش کے قومی نظام میں عقاب یعنی علم برداری کے ممتاز عہدہ پر تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، امام محمد بن سعد، اور ابن اثیر کی تصریحات کے مطابق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بھی تراشے۔ ابن اثیر کے الفاظ ہیں:

كان معاوية اسلم عام القضية وانه لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسلما وكتم اسلامه من ابيه وامه.

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت اسلام میں ملنے اور اپنے اسلام لانے کو انہوں نے اپنے والدین سے مخفی رکھا"

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام ظاہر کیا، اس سے قبل کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بدر واحد اور احزاب جیسے بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ آپ کے والد ابوسفیان کی قبول اسلام سے قبل اسلام دشمنی بھی مسلم تھی مگر ان معرکوں میں مشرکین کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔ فتح مکہ کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین وطائف میں شریک ہوئے اور غنائم سے حصہ وصول کیا، وہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور آپ کی صحبت کیمیا اثر سے فیضیاب ہونے لگے۔ قریش کے چند افراد جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں ایک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، تحصیل علم کا بے پایاں شوق تھا بسا اوقات مخالفین سے بھی علم حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہتے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہ کر کتاب اللہ، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کا علم حاصل کیا، آپ کو قرآن مجید کی تفسیر و تاویل اور تفقہ فی الدین حاصل تھا، اپنی خداداد صلاحیت اور دانائی کی وجہ سے صحابہ میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی کا باقاعدہ شعبہ قائم فرمایا ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی کو کتابت وحی پر مامور فرماتے جو صاحب عدالت اور امانت دار ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر رہے اس کے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا اور یہ دونوں حضرات دن رات آپ کے ساتھ لگے رہتے، اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے۔ محتاط اندازے کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۱۲۳ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے آپ کی ۱۰۶ مرویات نقل کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل حاضری، کتابت وحی، امانت و دیانت اور دیگر صفات محمودہ کی وجہ سے کئی مرتبہ آپ کو دعا دی۔ جامع الترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللھم اجعلہ ھادیا مھدیاً واھدیہ

"اے اللہ اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دیجئے"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف جتنے معرکے پیش آئے خصوصاً جنگ یمامہ جس میں مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا گیا، میں آپ پیش پیش تھے۔ ایک قول کے مطابق مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں آپ بھی شامل ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے گورنر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر کے حکم سے وہ "قیساریہ" کی فتح کیلئے لشکر لے کر چلے تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کر گئے۔ قیساریہ کی فتح کے ایک ماہ بعد حضرت یزید بن ابی سفیان ۱۹ ہجری کے طاعون عمواس میں وفات پا گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا گورنر مقرر فرما دیا۔ آپ فاروقی دور میں چار سال گورنر رہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو وہ آپ کے حسن انتظام اور تدبر و سیاست سے بہت متاثر ہوئے اور حمص، قنسرین اور فلسطین کے علاقے بھی آپ کے ماتحت کر دیئے۔ عثمانی دور خلافت میں بارہ برس تک گورنر رہے۔ آپ نے روم کی سرحدوں کی طرف جہاد جاری رکھا اور بہت سے علاقے فتح کئے۔ قبرص شام کے قریب نہایت زرخیز اور خوبصورت جزیرہ ہے، دفاعی اور جنگی نقطہ نگاہ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر کئی مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بحری جہاد کی اجازت مانگی گئی لیکن بعض مصالح کی وجہ سے آپ نے اجازت نہیں دی۔ جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو سیدنا معاویہ نے ایک مرتبہ پھر دربار خلافت میں درخواست پیش کی جو منظور ہو گئی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص سے جہاد کے لئے بحری بیڑے تیار کرنا شروع کر دیئے۔ اسلام میں پہلی مرتبہ بحری بیڑے تیار کرنے اور بحری جہاد کرنے کی عظیم سعادت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو حاصل ہوئی۔ سیدنا معاویہ ۲۷ھ میں قبرص کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ۲۸ھ میں قبرص کو فتح کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری جہاد کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت فرمائی تھی۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا.

"میری امت میں سے جو لشکر سب سے پہلے بحری جہاد کرے گا اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی"

خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عملی زندگی میں بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ ۴۱ھ سے قبل آپ نے گورنر شام کی حیثیت سے جہاد میں مصروف رہ کر سرحدات اسلامیہ میں اضافہ کیا۔ پھر جب آپ امیر المؤمنین بنے

تو تمام صحابہ و تابعین نے آپ کی خلافت و امارت پر اجماع کیا اور سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی وجہ سے جہاد کا سلسلہ جو کچھ عرصہ کے لئے بند ہو گیا تھا از سر نو شروع ہوا۔ آپ نے اہل روم کے خلاف سولہ جنگیں لڑیں آپ کی وصیت تھی........

شد خناق الروم..... روم (یورپ) کا گلا گھونٹ کر رکھ دو..... سیدنا معاویہؓ کی پوری زندگی جہد و جہاد اور کافروں سے نبرد آزمائی سے عبارت ہے۔ ذیل میں ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۲۸ھ میں قبرص کا عظیم الشان جزیرہ فتح ہوا۔ ۳۲ھ میں قسطنطنیہ کے قریبی علاقوں میں جہاد جاری رہا۔ ۳۳ھ میں افرنطیہ، ملطیہ اور روم کے بعض قلعے فتح ہوئے۔ ۳۵ھ میں غزوۂ ذی خشب پیش آیا۔ ۴۲ھ میں سجستان اور سندھ کا بعض علاقہ زیر نگیں آیا۔ ۴۳ھ میں سوڈان فتح ہوا اور سجستان کا مزید علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ ۴۴ھ میں کابل فتح ہوا۔

۴۵ھ میں افریقا پر لشکر کشی کی گئی اور ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں آیا۔ ۴۶ھ میں صقلیہ پر پہلی بار حملہ ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ۴۷ھ میں افریقا کے مزید علاقوں میں غزوات جاری رہے۔

۵۰، ۵۱ھ میں قسطنطنیہ کا معرکہ پیش آیا، یہ مسلمانوں کا اس تاریخی شہر پر پہلا حملہ تھا یوں اس شہر پر حملہ کرنے والے جن میں بڑے بڑے اجل صحابہ شامل تھے، رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی اس بشارت کا مصداق بنے جس میں آپ نے فرمایا تھا: اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورلھم:

"میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا ان کے لئے مغفرت کی بشارت ہے"

سیاست و حکومت سیدنا معاویہؓ کے گھر کی بات تھی، آئین جہانبانی سے خوب واقف تھے۔ شام میں اپنے دور گورنری میں اور پھر بعد میں اپنے دور خلافت و امارت میں سلطنت اسلامیہ کی حدود وسیع کرنے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ سیدنا معاویہؓ کے اقدامات سے ہر طرف امن و امان کا دور دورہ تھا انہوں نے سلطنت کے باشندوں کی بہتری کے لئے بہت سے امور سر انجام دیئے مثلاً: دنیا میں سب سے پہلا اقامتی ہسپتال قائم کیا، اسلامی دور میں پہلی مرتبہ آب رسانی کے لئے نہر کھدوائی، احکام پر مہر لگانے اور ان کی نقل محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا، تجارت کے فروغ کے لئے بین الاقوامی معاہدے کئے۔ بیت المال سے قرضے جارے کئے جس سے تجارت و صنعت کو فروغ حاصل ہوا، سیدنا معاویہؓ کے دور سے قبل خانہ کعبہ پر مسلسل غلاف چڑھائے جاتے تھے مگر انہوں نے پہلے غلاف اتار کر نیا غلاف چڑھانے کا حکم دیا۔ ڈاکخانوں کی تنظیم کی اور انہیں جدید خطوط پر استوار کیا، حضرت معاویہؓ کے دور میں سب سے پہلے منجنیق کا باقاعدہ استعمال ہوا، سرحدوں کی حفاظت کے لئے قدیم قلعوں کی مرمت کرائی اور نئے قلعے تعمیر کروا کر افواج اسلامیہ کو وہاں متعین کیا۔ پہلا اسلامی بحری بیڑا قائم کیا، جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے۔ آپ کے دور خلافت میں باقاعدہ جہاد ہوتا رہا، بے شمار بری اور بحری لڑائیاں ہوئیں اور مجاہدین اسلام نے حدودِ سلطنت کو اتنی وسعت دے دی کہ ایک ہی مرکز کے تحت نہ اس سے قبل اتنی وسعت دے دی کہ ایک ہی مرکز کے تحت نہ اس سے قبل اتنی وسعت ملی نہ بعد میں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ میں آپ کے دور خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الجھاد فی بلاد العدوقائم، وکلمة اللہ عالیة، والغنائم تردالیه من اطراف الارض،

والمسلمون معه فی راحۃ و عدل و صفح و عفو.
"آپ کے دور میں جہاد کا سلسلہ قائم رہا، اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہا، اور مال غنیمت سلطنت کے اطراف سے بیت المال میں آتا رہا، مسلمانوں نے راحت، و آرام اور عدل وانصاف سے زندگی بسر کی"

حضرت معاویہؓ کو اللہ نے تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نہایت خوبصورت اور وجیہ انسان تھے۔ چہرہ پر وقار اور طبیعت انتہائی بردبار تھی۔ ان کے عہد خلافت میں مسلمانوں کی طاقت میں بہت اضافہ ہوا۔ آپ اکتالیس سال امیر رہے۔ آپ کا حلم و بردباری اور سخاوت ضرب المثل بن گئے تھے۔ سخت نازیبا کلمات کو ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ خودلسانِ نبوت سے یہ الفاظ جاری ہوئے" ومعاویه ابن ابی سفیان احلم امتی واحدها" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق اور عشق تھا۔ آپ کی ایک ایک اداء کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کرتے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نماز پڑھنے میں کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا مشابہ نہیں پایا جتنا حضرت معاویہ آپ سے مشابہ تھے۔ خوف و خشیت الٰہی سے آپ کے فکر آخرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مواخذہ قیامت سے لرزہ براندام رہتے اور بسا اوقات زاروقطار رونے لگتے۔ سادگی اور فقر کا پیکر تھے۔ اللہ پاک نے آپ کو علوم دینیہ میں کامل دسترس اور کمال تفقہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ "انہ فقیہ" آپ کی پوری زندگی علم و عمل تھی۔ ۶۰ھ میں جب آپ عمر کی اٹھترویں منزل سے گذر رہے تھے تو اس وقت حکومت اسلامیہ کی سرحدات چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل تک وسیع ہو چکی تھیں، مسلسل جنگوں میں مصروف رہنے اور کفر کی سرکوبی کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کو "الملک المجاھد" کہتے۔

آپ نے سن ۶۰ھ ۲۲ رجب میں دمشق کے مقام پر وفات پائی اس طرح علم و حلم اور سیاست و تدبیر کا آفتاب و ماہتاب اس دنیا سے اوجھل ہو گیا۔

آپ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں۔ آپ کے ہم عصر صحابہ نے بھی آپ کی تعریف کی اور بعد میں آنے والوں نے بھی آپ کے مقام و منصب کو واضح کیا۔ آپ کی فضیلت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعا فرمائی: اللهم علمه الكتاب ومكن له فی البلاد وقه العذاب
"اے اللہ! اسے کتاب کا علم دے، اسے شہروں پر قدرت دے اور اسے عذاب سے بچا"

کونڈوں کی رسم حقیقت کیا فسانہ کیا؟

۲۲ رجب کو ہمارے معاشرے میں کونڈوں کی رسم زور و شور سے منائی جاتی ہے۔ شیرینی پکا کر کھائی اور کھلائی جاتی ہے اور اسے کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کیا کبھی آپ نے سوچا کہ اس کا پس منظر کیا ہے؟ اور شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ یہ رسم خیروبرکت کا باعث ہے یا شر و نحوست کا؟ اکثر عوام اس کی حقیقت سمجھے بغیر اسے دین کا حصہ سمجھ کر پورا کرتے ہیں۔ جو تھوڑا بہت پڑھے لکھے ہیں۔ اور بزعم خود دین کا علم رکھتے ہیں وہ اسے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی خوشی اور ان کی وصیت سمجھ کر مناتے ہیں جبکہ یہ

بقیہ 13 پر